SOCIAL PRISM

Volume 3(3), 2026, 395-407
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

Syed Mahmood Khawar's Biographical Writing

سید محمود خاور کی سوانح نگاری

Dr. Imtiaz Hussain Baloch[1], Fareeha Riaz Urf Chand[3], Muhammad Yousaf[4]

[1]*Professor, Head of Urdu Department, University of Southern Punjab, Multan, Email: imtiazhussain@usp.edu.pk*
[2]*Scholar PhD Urdu, University of Southern Punjab, Multan, Email: fariaz9432@gmail.com*
[3]*Scholar PhD Urdu department of Urdu, University of Southern Punjab (USP) Multan, Email: masteryousaf34@gmail.com*

Abstract

This study examines the biographical writing of Syed Mahmood Khawar from a research and critical perspective. Khawar holds a significant position in Urdu literature as a biographer, researcher, journalist, essayist, and prose writer. His biographical works demonstrate a close relationship between personality, history, literature, and cultural consciousness. Rather than presenting the lives of individuals merely as chronological accounts, he examines their intellectual, literary, social, political, religious, and personal dimensions within the historical context of their respective periods. His works, including *Khurshid Ahmad Jami: Shakhs-o-Shair*, *Asar Lakhnavi: Shakhsiyat aur Fan*, *Ahd-Saz Hastiyan*, *Dr. Syedna Muhammad Burhanuddin*, and *Minar-e-Azmat-o-Rifat: Nawab Muhammad Ismail Khan*, reflect his extensive research and documentary approach. The study highlights his use of personal details, historical records, scholarly opinions, and literary analysis to construct comprehensive portraits of his subjects. His simple, fluent, and narrative style makes historical and literary material accessible to readers. At the same time, the study observes that excessive factual detail and an admiring tone in some biographical accounts occasionally reduce the scope of deeper critical analysis. Overall, Khawar's biographical writing represents an important connection between research, history, literature, and personality studies in Urdu prose.

Keywords: Syed Mahmood Khawar; Urdu Biographical Literature; Biography Writing; Literary Research; Historical Context; Personality Studies

سید محمود خاور اردو ادب میں سوانح نگار، محقق، صحافی، مضمون نگار اور نثر نگار کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی ادبی شخصیت کی تشکیل ایسے علمی، سیاسی اور تہذیبی ماحول میں ہوئی جس نے ان کے فکری رجحانات کو گہرائی سے متاثر کیا۔ تاریخ، ماضی کی اہم شخصیات، ان کے علمی و ادبی کارنامے اور قومی و ملی زندگی کے مختلف پہلو ان کی تحریروں کے بنیادی موضوعات ہیں۔ انہوں نے اپنی سوانحی اور تحقیقی تحریروں کے ذریعے ان شخصیات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی جن کی زندگی، جدوجہد اور خدمات آنے والی نسلوں کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے نزدیک سوانح نگاری محض کسی فرد کے حالاتِ زندگی کو ترتیب وار بیان کرنے کا نام نہیں بلکہ شخصیت کے فکری، اخلاقی، علمی اور عملی کردار کو اس کے عہد کے تاریخی و تہذیبی پس منظر میں سمجھنے کا ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سوانحی تحریروں میں شخصی زندگی، تاریخی شعور اور ادبی اسلوب ایک دوسرے سے مربوط دکھائی دیتے ہیں۔ بقول محمود خاور:

Received 14 April 2026; Revised 08 May 2026; Accepted 20 May 2026; Published (online) 24 May 2026
Attribution 4.0 International (CC BY 4.0)
Corresponding Author Email: imtiazhussain@usp.edu.pk
DOI: https://doi.org/10.69671/socialprism.3.3.2026.264

"جامی صاحب کی شاعری اور فن پر بہت کچھ لکھا گیا، لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا کیوں کہ ان کے کلام میں روحِ عصر اور عہدِ حاضر کا جیتا جاگتا انسان، سانس لیتا ہوا ماحول اور ایسے مسائلِ زندگی اپنی پوری گمبھیرتا اور طاقت کے ساتھ موجود ہیں جو ہر زمانے میں موجود اور زندہ رہتے ہیں۔"(۱)

سید محمود خاور کی سوانح نگاری کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ شخصیت کو اس کے عہد سے الگ کر کے نہیں دیکھتے۔ ان کے نزدیک کسی ادیب، شاعر، سیاسی رہنما، مذہبی شخصیت یا حکمران کی زندگی کا مکمل مطالعہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب اس کے زمانے کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور فکری حالات بھی سامنے ہوں۔ اسی طرزِ فکر کے باعث ان کی تصانیف میں شخصی واقعات کے ساتھ متعلقہ عہد کی فضا، تاریخی تبدیلیاں اور اجتماعی حالات بھی جگہ پاتے ہیں۔ یوں ان کی سوانح نگاری محض معلوماتی زندگی نامہ نہیں رہتی بلکہ تاریخ اور تہذیب کے مطالعے کی ایک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ وہ ماضی کو صرف محفوظ شدہ زمانہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے موجودہ نسل کے فکری شعور کی تشکیل کے لیے اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ماضی سے وابستگی جذباتی ہونے کے ساتھ تحقیقی نوعیت بھی رکھتی ہے، کیونکہ وہ تاریخی شخصیات کے کارناموں اور کردار کے مختلف پہلوؤں کو جمع کر کے ایک مربوط صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تحقیق سید محمود خاور کی سوانح نگاری کی بنیادی اساس ہے۔ ان کے ہاں کسی شخصیت کے مطالعے میں اس کے ذاتی حالات، تعلیمی سفر، علمی و ادبی سرگرمیوں، تعلقات، عادات، معاشرتی کردار اور عہد کے حالات کو باہم مربوط کرنے کا رجحان نمایاں ہے۔ اس طریقۂ کار سے شخصیت کا ایک ایسا جامع تصور سامنے آتا ہے جس میں فرد اور معاشرہ ایک دوسرے سے جدا نہیں رہتے۔ ان کی سوانحی تحریروں میں معلومات کی فراوانی اسی تحقیقی مزاج کا نتیجہ ہے۔ وہ مختلف اہلِ قلم کی آرا، شخصی معلومات اور تاریخی مواد کو یکجا کر کے اپنے موضوع کو زیادہ وسیع تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ اس عمل کے نتیجے میں ان کی تصانیف ادبی مطالعے کے ساتھ ساتھ دستاویزی اہمیت بھی اختیار کر لیتی ہیں۔

ان کی کتاب "خورشید احمد جامی: شخص و شاعر" اس طرزِ سوانح نگاری کی ایک نمایاں مثال ہے۔ یہ کتاب 2011ء میں شالیمار پبلی کیشنز کے تعاون سے شائع ہوئی اور اس میں خورشید احمد جامی کی شخصیت، زندگی اور ادبی خدمات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ سید محمود خاور نے جامی کی شاعری کے فنی مطالعے کے ساتھ ان کی ذاتی زندگی، عادات، خاندانی پس منظر، ادبی روابط اور صحافتی سرگرمیوں کو بھی اہمیت دی ہے۔ اس طرح کتاب شاعر کے شعری مقام تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایک مکمل شخصی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مصنف نے ان پہلوؤں کو بھی محفوظ کیا ہے جو رسمی سوانح میں اکثر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ادبی شخصیت کے ساتھ اس کے انسانی پہلوؤں کو سمجھنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ بقول سید محمود خاور:

"میں زیرِ نظر مضمون (خورشید احمد جامیؔ شخص و شاعر) حضرت جامی نے سے اپنی قلبی و ذہنی قربت اور روحانی وابستگی کے پیشِ نظر ان کی شاعری اور فن پر نہیں بلکہ ان کی ذاتی صفات، شخصیت اور عادات، گھریلو اور خاندانی زندگی بیان کروں گا تاکہ یہ معلومات مورخین، محققین اور آنے والے زمانے میں ان پر کام کرنے والوں کے لیے ممد و معاون ثابت ہوں۔"(۲)

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

خورشید احمد جامی کی زندگی تعلیمی تجربات، ملازمت، ادبی سرگرمیوں اور فکری جستجو سے عبارت تھی۔ سید محمود خاور نے ان کے ابتدائی تعلیمی مراحل، مدرسے سے وابستگی، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے اور محکمہ آبکاری میں ملازمت جیسے اہم واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ بعد ازاں شاعری ان کی زندگی کا مرکزی حوالہ بن گئی۔ جامی نے شاعری کے علاوہ نثر نگاری اور صحافت کے میدان میں بھی کام کیا۔ انہوں نے کہانیاں اور جاسوسی ناول لکھے، رسالہ "آہنگ" جاری کیا اور قومی و سیاسی موضوعات پر بھی منظوم اظہار کیا۔ بچوں کے لیے لکھی گئی ان کی شاعری بھی ان کی ہمہ جہت ادبی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے۔ سید محمود خاور نے ان مختلف سرگرمیوں کو یکجا کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جامی کی ادبی شناخت صرف شاعر کی حیثیت سے محدود نہیں تھی۔ ڈاکٹر پروفیسر امتیاز حسین بلوچ لکھتے ہیں کہ:

> "میں نے سید محمود خاور کو تحقیق و جستجو کے میدان میں مہم جو پایا ہے وہ وقت کے نباض اور مزاج شناس بھی ہیں، وقت بہت تیز رفتار ہے یہ تیز رفتاری بہت سوں کو ذہن انسانی اور تاریخ کے صفحات سے مٹا دینے کا باعث بنتی ہے لیکن "خورشید احمد جامی۔ شخص و شاعر" جیسی کتاب وقت اور زمانے کے آگے سد سکندری بنی رہے گی۔ برصغیر کی تقریباً 75 سے زائد نقادوں محققین، ادباء و شعراء اور مشاہیر نے جامی صاحب کی شخصیت، حیات و فن پر جو مضامین بطور خراج تحسین و عقیدت تحریر کیے تھے خاور صاحب نے انہیں محنت سے یکجا کر کے اس کتاب کو ایک نایاب دستاویزی حیثیت دے دی ہے۔"(۳)

جامی کی جدید اردو غزل کے حوالے سے بھی سید محمود خاور کا مطالعہ اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے مطابق جامی نے جدید زندگی کے احساسات کو غزل کی روایت سے مربوط کرنے کے لیے نئی لفظیات، نئے استعاروں اور تازہ علامتی پیکروں سے کام لیا۔ ان کی شاعری میں روایتی شعری عناصر کے ساتھ جدید حسیت بھی موجود ہے۔ منظر نگاری، حسی پیکر، داخلی کیفیات اور عصری احساسات ان کے شعری اظہار کو ایک مخصوص رنگ عطا کرتے ہیں۔ سید محمود خاور نے جامی کے فنی مقام کے تعین میں دیگر اہل قلم کی آرا کو بھی شامل کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی رائے کے ذریعے جامی کی جدید شعری حسیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس طرزِ تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنف اپنی رائے کو واحد معیار بنانے کے بجائے متعلقہ شخصیت کے بارے میں مختلف اہل قلم کے خیالات کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

> "خورشید احمد جامی کا کلام میں نے پڑھا ہے غزل کی زبان میں جدید حقیقت کو سمونا بہت مشکل کام ہے۔ بڑے شاعر اس کوشش میں غیر شاعرانہ حرکتیں کر جاتے ہیں مگر جامی مرحوم نے یہ محنت اور لگن سے یہ مرحلہ آسان کر لیا تھا۔"(۴)

سید محمود خاور کی ایک اور اہم تصنیف "اثر لکھنوی: شخصیت اور فن" ہے۔ اس کتاب میں نواب مرزا جعفر علی خان اثر لکھنوی کی زندگی، شخصیت، شاعری اور علمی و ادبی خدمات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اثر لکھنوی ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت تھے جنہوں نے شاعری، نثر، تحقیق، تنقید، ترجمہ اور لغت نویسی جیسے مختلف شعبوں میں کام کیا۔ سید محمود خاور نے ان کی

SOCIAL PRISM

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

شخصیت کو صرف شاعر کی حیثیت سے نہیں دیکھا بلکہ ان کے علمی اور فکری کردار کے متعدد پہلو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ادبی مزاج کی تشکیل میں میر تقی میر، مرزا غالب، مومن اور اکبر الہ آبادی جیسے شعرا کے اثرات کا ذکر بھی ملتا ہے، تاہم میر سے ان کی وابستگی کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔

اثر لکھنوی کی میر سے وابستگی ان کے ادبی مزاج کا اہم پہلو تھی۔ انہوں نے میر کے کلام کو گہری دلچسپی سے دیکھا اور میر کی تفہیم کے سلسلے میں بھی کام کیا۔ سید محمود خاور نے اس وابستگی کو محض شخصی پسند کے طور پر نہیں بلکہ ایک ادبی رویے کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ اثر لکھنوی کی زبان دانی بھی ان کی شخصیت کا اہم وصف تھا۔ انہیں اردو، ہندی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت پر عبور حاصل تھا۔ مختلف زبانوں کے مطالعے نے ان کے فکری دائرے کو وسعت دی اور ان کی تحریروں میں لسانی تنوع پیدا کیا۔ سید محمود خاور نے ان کی زبان دانی، وسیع مطالعے اور علمی دلچسپیوں کو ان کے ادبی مقام کے تعین میں اہمیت دی ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر نگار سجاد ظہیر لکھتے ہیں کہ:

> "سید محمود خاور کی کتاب اثرؔ لکھنوی شخصیات اور فن انہیں تحقیق کے میدان میں ایک قدر آور اور محقق ثابت کرنے میں معاون ہوگی۔ ایک ایسے ماحول میں قاری تحقیق جسے رفیق موضوعات سے کنارہ کش ہوتا جارہا ہے۔ ایسے ماحول میں سید محمود خاور کی کتاب "اثرؔ لکھنوی۔ شخصیت اور فن" ایک خوشگوار جھونکے سے کم نہیں۔"(۵)

اثر لکھنوی بحیثیت نقاد بھی اہم تھے۔ ان کے وسیع مطالعے نے ان کے تنقیدی شعور کو مضبوط کیا تھا اور وہ مشرقی علوم کے ساتھ مغربی مفکرین اور ادیبوں سے بھی استفادہ کرتے تھے۔ سید محمود خاور نے ان کی تنقیدی صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے مختلف شعرا کے فنی امتیازات کے تقابلی مطالعے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "اثرؔ لکھنوی شاعر، ادیب ،نقاد اور مترجم تھے زبان کی یادرکھ اور عالم متجر تھے اور سب سے بڑھ کر وہ اپنی سیرت وکردار، وضع قطع، رفطار و گفتار سے مشرق کی تہذیبی قدروں کے نمائندے بھی تھے ان کی شخصیت یک رخی ویک رنگی نہیں تھی بلکہ رنگارنگ اور پہلو دار تھی میرے لیے یہ بات خوش آئند ہے کہ اثرؔ لکھنوی کے فکر و فن پر جناب سید محمود خاور نے ایک نہایت عمدہ کتاب " اثرؔ لکھنوی۔ فن اور شخصیت" لکھی۔ محمود خاور ایک باخبر ادیب اور محقق ہیں۔"(٦)

اس اعتبار سے ”اثر لکھنوی: شخصیت اور فن“ محض ایک سوانحی کتاب نہیں رہتی بلکہ اردو تنقید، زبان اور ادبی تاریخ کے متعدد پہلوؤں کو بھی سامنے لاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سید محمود خاور کی سوانح نگاری تحقیقی اور تنقیدی مطالعے کے ساتھ مربوط ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ بقول آل احمد سرور:

> "اثرؔ لکھنوی میرؔ کے عاشق ہی نہیں تھے عارف بھی تھے انہوں نے جس طرح سے لوگوں کو میرؔ کے کلام کے رموز ونکات سمجھائے وہ صرف ان کا ہی خاصہ ہے۔"(۷)

سید محمود خاور کی سوانحی تصانیف میں "عہد ساز ہستیاں" ایک وسیع موضوعاتی دائرے کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس کتاب میں مختلف تاریخی، مذہبی، سیاسی اور ادبی شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد نئی نسل کو اپنے ماضی، قومی تاریخ اور ان شخصیات کی خدمات سے آگاہ کرنا ہے جنہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کتاب میں ایک ہی دور یا ایک ہی شعبے سے وابستہ شخصیات کو محدود نہیں کیا گیا بلکہ مختلف زمانوں اور میدانوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف سوانحی مضامین کے ذریعے تاریخ، تہذیب اور اجتماعی شعور کے درمیان ربط قائم کرتی ہے۔ بقول سید محمود خاور:

> "عہد ساز ہستیاں گزشتہ پانچ چھ سال کے دوران تحریر کردہ میرے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے جس کی اشاعت کا بنیادی مقصد موجودہ نوجوان نسل (35 تا60 سال) نئی نسل(15 تا25 سال) کے علاوہ آنے والی نسلوں کو اپنے تابناک ماضی، آباؤ اجداد کے کردار و اوصاف، اسلاف کے کارناموں اور اہم تاریخی واقعات سے آگاہ کر کے ان میں غیرت ملی اور حریت اسلامی کو بیدا کرنا ہے گویا میرا یہ عمل
>
> ع:۔ گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پازینہ را"
>
> کے مصداق ہے۔"(۸)

"عہد ساز ہستیاں" میں اسلامی تاریخ کی متعدد اہم شخصیات کے ساتھ برصغیر کی تاریخی اور سیاسی شخصیات بھی زیر بحث آتی ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، بابر، محمود گاواں، موسیٰ بن نصیر، ٹیپو سلطان، صلاح الدین ایوبی اور دیگر شخصیات کے حالات اور کارناموں کو ان کے تاریخی کردار کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کی توجہ صرف واقعات کی ترتیب پر نہیں بلکہ ان کرداروں کی جدوجہد، خدمات اور اوصاف کو نمایاں کرنے پر بھی ہے۔ اس انداز سے سوانحی مضمون معلوماتی ہونے کے ساتھ فکری اور تربیتی پہلو بھی اختیار کرلیتا ہے۔ سید محمود خاور لکھتے ہیں :

> "فضلیت مآب سیدنا صاحب سے راقم الحروف کی ذہنی وابستگی وعقیدت اور قلبی النیت برسوں پر محیط ہے مجھے ان کی خدمت میں حاضر، دست بوسی اور گفتگو کے شرف کے 1978ء میں ان کی سالگرہ کے موقع پر حیدرآباد دکن سے اپنے ہفتہ روزہ اخبار "برگ آوارہ" کے لیے ایک خصوصی نمبر کی اشاعت کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ میں نے سیدنا صاحب کی شخصیت،دعوۃ کا سلسلہ و نظام اور داؤدی بوہرہ کمیونٹی کے بارے میں مکمل معلومات یکجا کیں۔ میں نے کتاب کی تدوین و تحقیق اور مواد و تصاویر کے حصول و جستجو میں بے شمار مراحل ہر دو گرم اور نشیب وفراز سے دوچار ہونے کے باوجود کتاب کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔"(۹)

اس کتاب میں تحریک پاکستان اور برصغیر کی سیاسی تاریخ سے متعلق موضوعات بھی شامل ہیں۔ قائداعظم اور دیگر مسلم سیاسی شخصیات کے حوالے سے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جن سے اس عہد کے سیاسی حالات اور مسلمانوں کی

SOCIAL PRISM
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

اجتماعی جدوجہد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ نواب محمد اسماعیل خان کی سیاسی زندگی کے حوالے سے مسلم لیگ سے وابستگی، تحریک خلافت اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لیے ان کی کوششوں کا ذکر بھی اسی وسیع تاریخی تناظر کا حصہ ہے۔ سید محمود خاور کے یہاں شخصیت اور تاریخ کا یہ امتزاج سوانح نگاری کو محض فرد کے حالات سے آگے لے جاتا ہے اور اسے اجتماعی تاریخ کے مطالعے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

"ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین" بھی ان کی اہم سوانحی کاوشوں میں شامل ہے۔ یہ کتاب 2007ء میں شائع ہوئی اور اس میں داؤدی بوہرہ برادری کے مذہبی رہنما ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین کی زندگی اور خدمات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس تصنیف کی اہمیت اس پہلو سے بھی ہے کہ مصنف نے شخصیت کے ساتھ اس مذہبی و سماجی برادری کی تاریخ، روایات، اداروں اور اجتماعی سرگرمیوں کو بھی بیان کیا ہے۔ تعلیمی، سماجی، فلاحی اور ثقافتی سرگرمیوں کے تذکرے کے ذریعے شخصیت کے اجتماعی کردار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ یوں فرد کی سوانح ایک وسیع سماجی پس منظر سے جڑ جاتی ہے اور قاری کو شخصیت کے ساتھ اس ماحول کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے جس میں اس کا کردار تشکیل پاتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی لکھتے ہیں:

> "میں ذاتی طور پر، عقیدت، محبت اور دلی فریت فضلیت مآب سے محسوس کرتا ہوں اور ان کی کرم فرمائی اور توجہ سے فیض یاب ہوں وہ الفاظ کے احاطے میں لانا ناممکن ہے بے شک وہ خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے ہمارے عہد کے لیے برکت اور خیبر لشکر کا ذریعہ ہیں داؤدی بوہرہ جماعت کے 14 لاکھ سے زائد اشخاص ان کی سایہ برکت میں ہیں اور بے شمار لوگ ایسے ہیں جو کسی نہ کسی نسبت سے ان کے معتقدین میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر سیدنا برہان الدین نے جس طرح داعی و مطلق ہونے کا حق ادا کیا ہے اور روزِ روشن سے زیادہ منور اور عیاں ہے۔"(۱۰)

"مینارِ عظمت و رفعت: نواب محمد اسماعیل خان" سید محمود خاور کی سوانح نگاری میں سیاسی تاریخ کے مطالعے کی اہم مثال ہے۔ یہ کتاب 2013ء میں شائع ہوئی اور نواب محمد اسماعیل خان کی زندگی، سیاسی جدوجہد اور قیامِ پاکستان سے متعلق خدمات پر مرکوز ہے۔ نواب محمد اسماعیل خان نے بیرونِ ملک تعلیم حاصل کی، قانون کے شعبے سے وابستہ ہوئے اور برصغیر کی سیاسی زندگی میں فعال کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ اور تحریک خلافت سے ان کی وابستگی ان کی سیاسی جدوجہد کے اہم مراحل میں شامل تھی۔ سید محمود خاور نے ان کی سیاسی زندگی کو بیان کرتے ہوئے اس دور کے مسلمانوں کے سیاسی حالات اور مختلف سیاسی سرگرمیوں کو بھی سامنے رکھا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالقدیر خان:

> "نواب محمد اسمٰعیل خان ایسی ،نادر اعلیٰ اور فقید المثال شخصیت تھے کہ جو لوگ ان سے ملنے کی سعادت حاصل کر چکے تھے وہی حقیقت میں ان کے اعلیٰ کردار اور ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ وہ قائد اعظم کے معتمد ترین ساتھیوں میں سے تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی آپ کو پاکستان بلانے کی کوشش کی گئیں لیکن آپ نے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔"(۱۱)

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

اس کتاب کی اہمیت اس بات میں ہے کہ شخصیت کا سیاسی کردار ایک وسیع تاریخی پس منظر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ نواب محمد اسماعیل خان کے سیاسی افکار اور سرگرمیوں کو سمجھنے کے لیے اس دور کی مسلم سیاست، سیاسی تنظیموں اور مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد کو سامنے لایا گیا ہے۔ اس طرح سوانحی مطالعہ سیاسی تاریخ کے مطالعے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سید محمود خاور کا یہی طریقۂ کار ان کی بیشتر سوانحی تصانیف میں مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے کہ شخصیت کو اس کے عہد، ماحول اور اجتماعی مسائل سے الگ نہیں کیا جاتا۔ بقول سید محمود خاور:

> "قائداعظم کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ میں نواب محمد اسمٰعیل خان ہی ایک ایسی ہستی تھی جو نہایت درجہ عقیدت واحترام اور عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی نواب محمد اسمٰعیل خان آل انڈیا مسلم لیگ اور دیگر جماعتوں و تنظیموں کے مسلم لیڈر تو تھے ہی ساتھ ساتھ نیشنل کانگرس کے رکن بھی تھے کانگرس کی اعلیٰ قیادت کے لیڈروں کے ساتھ ہمسرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے بلکہ ولبھ بائی پٹیل جیسا شخص تو انہیں ہاتھ جوڑ کر "نمستے" کہنے میں پہل کیا کرتا تھا۔"(۱۲)

ٹیپو سلطان بھی سید محمود خاور کی سوانحی اور تاریخی دلچسپی کا اہم موضوع ہے۔ "ٹیپو سلطان"، "اولین شہید آزادی ٹیپو سلطان" اور "بے مثال حکمران ٹیپو سلطان" جیسے عنوانات سے ان کی دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان تحریروں میں ٹیپو سلطان کی زندگی، حکمرانی، عسکری جدوجہد اور برطانوی سامراج کے خلاف مزاحمت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف نے ان کی شخصیت کو عزم، حریت، استقلال اور جدوجہد کے تصورات کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ٹیپو سلطان کے ذریعے سید محمود خاور نے تاریخ کے ایک اہم کردار کو نئی نسل کے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ان تحریروں میں تاریخی معلومات کے ساتھ مصنف کا فکری زاویہ بھی نمایاں ہے۔ سید محمود خاور لکھتے ہیں کہ:

> "برصغیر میں برطانوی سامراج کا واحد دشمن، عظیم حکمران، بے مثال بطل حریت اور اولین شہید آزادی ٹیپو سلطان ہماری تاریخ کا ایک سنہری اور قابل فخر باب ہے۔ ٹیپو سلطان حقیقی معنوں میں شیر اسلام اور پرچم اسلام کا علمبردار، شجیع و محب وطن اور دیگر متعدد اعلی صفات و خصوصیات کے سبب ہندوستانی تاریخ کا ایسا تابندہ اور مایہ ناز حکمران تھا جس کی پوری اسلامی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔"(۱۳)

سید محمود خاور کی سوانح نگاری میں قومی شعور اور حب الوطنی کے عناصر بھی نمایاں ہیں۔ خصوصاً تاریخی حکمرانوں، سیاسی رہنماؤں اور آزادی کی جدوجہد سے وابستہ شخصیات کے تذکروں میں قومی ذمہ داری، استقلال اور قربانی جیسے تصورات سامنے آتے ہیں۔ تاہم ان کے یہاں حب الوطنی محض جذباتی اظہار تک محدود نہیں رہتی بلکہ تاریخی کرداروں کے مطالعے کے ذریعے اس کے عملی اور اخلاقی پہلو بھی واضح ہوتے ہیں۔ وہ ماضی کی شخصیات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ قاری ان کی جدوجہد اور کردار سے تاریخی شعور حاصل کر سکے۔ اس پہلو سے ان کی سوانح نگاری معلومات اور تربیت کے درمیان ایک ربط قائم کرتی ہے۔

مذہبی اور روحانی عناصر بھی سید محمود خاور کی بعض تصانیف کا اہم حصہ ہیں۔ اسلامی تاریخ کی شخصیات کے تذکروں میں ان کی دینی خدمات، اخلاقی اوصاف اور تاریخی کردار کو اہمیت دی گئی ہے۔ اسلوب میں عقیدت کا عنصر موجود ہونے کے باوجود بنیادی

SOCIAL PRISM
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

توجہ شخصیت کے کردار اور خدمات کی طرف رہتی ہے۔ "عہد ساز ہستیاں" کے مضامین میں اسلامی تاریخ کے مختلف کرداروں کے ذریعے دینی، اخلاقی اور تاریخی اقدار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک سوانح نگاری کا تعلق صرف ادبی شخصیت سے نہیں بلکہ مذہب، تاریخ، تہذیب اور اجتماعی شعور سے بھی ہے۔

> "حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو صحابہ کرام میں سب سے زیادہ کون محبوب تھے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا اول حضرت ابو بکر اس کے بعد حضرت عمر اور اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ۔ اسی طرح کے وصال کے بعد خلافت کے لیے حضرت ابو بکر نے دو نام، ایک حضرت عمرؓ اور اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ کا پیش کیا تھا لیکن حضرت ابو بکر کی موجودگی میں کسی اور نام متفق ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔" (۱۴)

عزم، حوصلہ، جدوجہد اور بلند نصب العین سید محمود خاور کی سوانحی تحریروں میں بار بار سامنے آنے والے تصورات ہیں۔ تاریخی حکمرانوں کی سیاسی و عسکری سرگرمیوں، سیاسی رہنماؤں کی جدوجہد اور ادیبوں کی علمی کاوشوں کو وہ انسانی کوشش اور کردار کی قوت کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ ان کی سوانح نگاری میں شخصیت کے کارنامے اس کے کردار سے الگ نہیں ہوتے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ تاریخی تجربات موجودہ قاری کے لیے بھی معنویت پیدا کریں۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں ماضی کی شخصیات محض تاریخی کردار نہیں رہتیں بلکہ ان کی زندگی اور جدوجہد موجودہ نسل کے لیے غور و فکر کا موضوع بن جاتی ہے۔
ان کی تحریروں میں انسانی عظمت کا تصور بھی اہم ہے۔ وہ شخصیات کے کارناموں کو صرف تاریخی واقعات کے طور پر بیان نہیں کرتے بلکہ ان کے اندر موجود عزم، صلاحیت، کردار اور قربانی کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ "عہد ساز ہستیاں" کے مختلف مضامین میں یہ رویہ واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی واقعات، شخصی اوصاف اور جدوجہد کے واقعات کو باہم ملا کر ایک ایسا سوانحی تصور تشکیل دیا گیا ہے جس میں فرد کی عظمت اس کے عملی کردار سے وابستہ نظر آتی ہے۔ اس طرح شخصیت نگاری محض تعارف نہیں رہتی بلکہ کردار کے تجزیے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

سید محمود خاور کی سوانحی دلچسپی کا دائرہ موضوعاتی اعتبار سے بھی وسیع ہے۔ انہوں نے شاعر، ادیب، نقاد، محقق، مذہبی رہنما، سیاسی رہنما، حکمران اور تاریخی شخصیات کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔ اس تنوع کے باوجود ان کی تمام سوانحی کاوشوں میں ایک بنیادی فکری ربط موجود ہے، اور وہ ماضی کی اہم شخصیات، ان کی خدمات اور ان کے تاریخی اثرات سے عبارت ہے۔ خورشید احمد جامی کے ذریعے ادبی شخصیت اور فن کا مطالعہ، اثر لکھنوی کے ذریعے زبان و ادب کی ہمہ جہت شخصیت کی تفہیم، "عہد ساز ہستیاں" کے ذریعے تاریخی و مذہبی کرداروں کا تعارف، اور نواب محمد اسماعیل خان و ٹیپو سلطان کے ذریعے سیاسی و تاریخی جدوجہد کا مطالعہ اسی فکری تسلسل کی مختلف صورتیں ہیں۔

> "نواب محمد اسمعیل خان جیسی مافوق الفطرت اور عظیم الشان شخصیات صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں اور صدیوں کی تاریخ پر اپنے انمٹ نقوش ثبت کر جاتی ہیں۔ پاکستان کی نئی نسل کی فلاح و بہبود اور روشن مستقبل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھے اور ایسی عظیم المرتبت ہستیوں کے نام اور کام کو حرزِ جاں

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

بنائے رکھے کیوں کہ زندہ قومیں اپنے آباؤ اجداد اور اپنے محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتیں۔"(۱۵)

ان کی سوانح نگاری میں ادبی شخصیات کے فنی مطالعے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ خورشید احمد جامی کے حوالے سے شاعری، جدید غزل، نثر نگاری اور صحافتی سرگرمیوں کا ذکر اس امر کی دلیل ہے کہ مصنف شخصیت کے ادبی کردار کو اس کے مکمل فکری پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اثر لکھنوی کے مطالعے میں شاعری کے ساتھ نثر، تحقیق، تنقید، لغت نویسی اور زبان دانی جیسے پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ اس طریقۂ کار سے شخصیت کا محدود تعارف نہیں بلکہ اس کے فکری اور تخلیقی وجود کا وسیع خاکہ سامنے آتا ہے۔

سوانحی تحریروں میں ذاتی جزئیات بھی سید محمود خاور کے اسلوب کا اہم حصہ ہیں۔ کسی شخصیت کے معمولات، میل جول، دوستوں سے تعلق، ادبی محافل اور روزمرہ عادات کا ذکر شخصیت کو انسانی سطح پر قابل فہم بناتا ہے۔ خورشید احمد جامی کے حوالے سے ایسی جزئیات ان کی شخصیت کو محض ایک شاعر کے بجائے ایک زندہ انسان کے طور پر سامنے لاتی ہیں۔ اس نوع کے مواد کی اہمیت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اسے شخصیت کے فکری اور تخلیقی کردار سے مربوط کیا جائے۔ سید محمود خاور نے بعض مقامات پر ذاتی جزئیات کو شخصیت شناسی کا مؤثر وسیلہ بنایا ہے، اگرچہ بعض جگہ معلوماتی تفصیل نسبتاً زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ سید محمد وخاور کے بقول:

> "جامی صاحب کی شاعری کی خصوصیات کا میں یہاں پر ضرور ذکر کروں گا۔ جامی صاحب کی شاعری میں استعارہ، تشبیہ اور اشارہ تینوں بڑے وجدانی طور پر آکر جمع ہو جاتے ہیں اور اس وجدانی کیفیت ہی کا سرور ہے جس نے ان کے کلام کو دل پسندی اور مقبولیت بخشی۔ ان کی تمثیلات غالباً احمد ندیم قاسمی کے بعد اردو کی سب سے عمدہ تمثیلات میں سے ہیں جن میں اصل و نقل کا ایسا رچاؤ ملتا ہے کہ ذہن بلا کسی تامل کے قبول کر لیتا ہے اور اسی لیے میں ان کی تمثیل کو امکان کا ہم زبان سمجھتا ہوں اور وہ امکان کی سرحدوں میں ان احساسات کو لے آتے ہیں جن کا بیان ہی کرنا شعر کو بے مزہ کر سکتا تھا لیکن جامی صاحب ایک چابکدست مصور اور رنگ آشنا نقاش تھے۔ (۱۶)"

ان کے اسلوب کا ایک نمایاں وصف بیانیہ انداز ہے۔ ان کی تحریروں میں مکالماتی انداز کی نسبت واقعاتی بیان، تجزیہ اور تاریخی تفصیل زیادہ نمایاں ہے۔ واقعات کو تسلسل کے ساتھ پیش کرنا اور مختلف معلومات کو ایک مربوط ترتیب میں رکھنا ان کی نثر کی خصوصیات میں شامل ہے۔ ان کی زبان عموماً سادہ، رواں اور قابل فہم ہے، جس کے باعث علمی اور تاریخی موضوعات بھی نسبتاً آسانی سے قاری کی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ وہ پیچیدہ علمی نکات کو غیر ضروری لسانی پیچیدگی کے بغیر بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی سادگی ان کے اسلوب کو عام قارئین اور تحقیقی مطالعے دونوں کے لیے قابل رسائی بناتی ہے۔ سید محمود خاور لکھتے ہیں کہ:

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

"سیدنا عبد علی سیف الدین بے نظیر عالم تھے۔ آپ نے علم کی نشوونما میں بہت سے نمایاں کام انجام دیئے۔ موصوف نے علم کے فروغ کے لیے ایک نئی تنظیم قائم کی اور الدرس سیفی کا عظیم الشان مرکز سورت میں قائم کیا جو رفتہ رفتہ علم وحکمت کا فقید المثال مرکز بن گیا۔ سیدنا عبد علی سیف الدین کے ٹھیک سو سال بعد ڈاکٹر سیدنا طاہر سیف الدین نے بہ نفس نفیس درس و تدریس کی سرپرستی فرمائی اور علم کے نظام کو منظم فرما کر علم کو عروج تک پہنچایا جس کے نتیجے میں علم کا پھیلاؤ عام ہوا۔"(۱۷)

ان کی نثر میں منظر کشی اور شخصی جزئیات کے ساتھ تجزیاتی عناصر بھی موجود ہیں، تاہم ان کا بنیادی انداز بیانیہ ہی رہتا ہے۔ تاریخی واقعات کو ترتیب وار بیان کرنے کی وجہ سے ان کی تصانیف میں معلومات کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ بعض مقامات پر معلومات کی کثرت فنی تجزیے پر غالب آتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ صورت حال ان کی سوانح نگاری کی خوبی اور محدودیت دونوں کو واضح کرتی ہے۔ معلومات کی فراوانی ایک طرف تحقیق کے لیے مفید مواد فراہم کرتی ہے، دوسری طرف شخصیت کے فکری یا فنی مقام کی گہری تعبیر کے لیے بعض مقامات پر مزید تجزیاتی توجہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سید محمود خاور کے بقول:

"ہندوستان میں مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہوئی تو دکن میں متعدد چھوٹی ریاستوں نے مرکزیت حاصل کر لی اور ان ریاستوں نے ہوس ملک گیری کے بجائے "ذہن وفکر وقلم وکاوش" کی طرف بھرپور توجہ دی جس کے نتیجے میں عسکری اقتدار کے ساتھ ساتھ یہ ذہنی وفکری چھاونیاں بن گئیں اور تہذیب و تمدن، علم و اب کے مراکز قرار پائیں۔"(۱۸)

تنقیدی اعتبار سے سید محمود خاور کی سوانح نگاری کا سب سے اہم وصف تاریخی شعور، تحقیقی جستجو اور ادبی بیان کا امتزاج ہے۔ تاریخی شعور انھیں ماضی کی اہم شخصیات کی طرف متوجہ کرتا ہے، تحقیقی مزاج انھیں مختلف معلومات اور آرا جمع کرنے پر آمادہ کرتا ہے، جبکہ ادبی اسلوب ان مواد کو رواں اور قابل مطالعہ بناتا ہے۔ یہی تین عناصر ان کی سوانحی تحریروں کی بنیادی شناخت تشکیل دیتے ہیں۔ ان کے یہاں سوانح اور تاریخ ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ سید محمود خاور "اثر لکھنوی" کا اندازِ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ پیچ وخمِ ساحل وامواج کا عالم
آئینے میں گیسو کوئی معشوق سنوارے
اک بار نقاب رخ الٹ دی
تھی اور ہی شان انجمن کی
منتظر تھیں جلوہ آرائے ازل

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

شوق خود بینی میں یکجا ہو کے انساں ہو گئیں
انگڑائی جو کہکشاں کو آئی
بھیگی ہوئی رات کسمسائی"(۱۹)

تاہم ان کی سوانح نگاری کے بعض پہلو مزید تنقیدی توجہ کے متقاضی ہیں۔ بعض مقامات پر شخصیت کے بارے میں عقیدت مندانہ رویہ تجزیاتی فاصلے کو کم کرتا محسوس ہوتا ہے۔ خصوصاً مذہبی اور بعض تاریخی شخصیات کے تذکروں میں احترام اور عقیدت کا رنگ نمایاں ہے۔ اسی طرح بعض تصانیف میں تاریخی واقعات اور معلومات کی تفصیل فنی و تنقیدی تجزیے پر غالب آ جاتی ہے۔ اس صورت حال کو ان کی سوانحی خدمات کی نفی کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ اسے ان کے مطالعاتی طریقۂ کار کی ایک خصوصیت کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ ان کی کتابوں میں محفوظ معلومات، شخصی جزئیات اور تاریخی مواد مستقبل کے محققین کے لیے مزید مطالعات کی بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

سید محمود خاور کی اہمیت اس امر میں بھی ہے کہ انہوں نے سوانح نگاری کو محض زندگی نامہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے تاریخ، ادب اور تہذیب کے مطالعے کا وسیلہ بنایا۔ انہوں نے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو موضوع بنا کر اردو قارئین کے سامنے ان کے علمی، ادبی، مذہبی، سیاسی اور تاریخی کردار کو پیش کیا۔ ان کی سوانحی کاوشوں میں شخصیت کے ساتھ عہد کی تصویر بھی سامنے آتی ہے اور یہی پہلو ان کی تحریروں کو محض شخصی تعارف سے بلند کرتا ہے۔ ان کی تصانیف سے یہ احساس بھی اجاگر ہوتا ہے کہ کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اس کے زمانے، معاشرے اور تاریخی حالات کو سمجھنا ضروری ہے۔ مجموعی طور پر سید محمود خاور کی سوانح نگاری اردو نثر میں ایک ایسے تحقیقی رجحان کی نمائندگی کرتی ہے جس میں شخصیت، تاریخ اور ادب ایک دوسرے سے مربوط ہو جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ماضی کی اہم شخصیات کے حالات، ان کی علمی و ادبی خدمات، سیاسی جدوجہد، مذہبی کردار اور انسانی اوصاف کو محفوظ کرنے کی کوشش ملتی ہے۔ ان کا تحقیقی مزاج، مواد جمع کرنے کی صلاحیت، شخصی جزئیات سے استفادہ اور سادہ و رواں نثر ان کی سوانحی تحریروں کو نمایاں بناتے ہیں۔ ان کی بعض کتابوں میں معلوماتی اور بیانیہ انداز تنقیدی تجزیے پر غالب ضرور آتا ہے، تاہم اس کے باوجود ان کی تصانیف میں موجود تاریخی و سوانحی مواد کی اہمیت برقرار رہتی ہے۔ سید محمود خاور لکھتے ہیں کہ:

> "محاصرے نے چار مہینے طول کھینچا۔ اس موقع پر ابو عبیدہ کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی، ارطبون راتوں رات فرار ہو گیا اور اہل قلعہ اس شرط پر صلح پر آمادہ ہو گئے کہ خلیفہ المسلمین خود بیت المقدس آ کر صلح کا معاہدہ لکھیں۔ حضرت عمر نے اس بات کو منظور فرمایا اور حضرت علی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر رجب 21 ہجری کو بیت المقدس روانہ ہوئے۔ تمام مسلمان بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عمر کس طرح اپنے غلام اور اونٹ کے ساتھ بیت المقدس پہنچے۔ حضرت عمر نے اپنے ہاتھوں سے عہد نامہ تحریر کیا اور اس پر تمام معزز صحابہ اور عمرو بن العاص کے دستخط ثبت ہوئے۔"(۲۰)

سید محمود خاور کے سوانحی کام کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ماضی کو محض محفوظ کرنے کے بجائے اسے موجودہ نسل کے شعور سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک عظیم شخصیات کی زندگی اور جدوجہد تاریخ کے بند صفحات نہیں بلکہ اجتماعی

SOCIAL PRISM
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

تجربے کا حصہ ہیں۔ اسی لیے ان کی تحریروں میں شخصیت کے ساتھ اس کے عہد، ماحول اور خدمات کا مطالعہ بھی شامل ہوتا ہے۔ خورشید احمد جامی کی ادبی شخصیت، اثر لکھنوی کی علمی و فنی جہات، مذہبی شخصیات کی خدمات، نواب محمد اسماعیل خان کی سیاسی جدوجہد اور ٹیپو سلطان کی تاریخی شخصیت، سب اپنے اپنے دائرے میں اسی بنیادی فکری تصور کی نمائندگی کرتے ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو سید محمود خاور کی سوانح نگاری تحقیق، تاریخ اور ادب کے درمیان ایک قابل توجہ ربط قائم کرتی ہے۔ ان کی تحریروں نے متعدد اہم شخصیات کے حالات اور خدمات کو محفوظ کیا اور ان کے ذریعے اردو قارئین کو ماضی کے مختلف علمی، ادبی، مذہبی اور سیاسی کرداروں سے متعارف کرایا۔ ان کی نثر میں سادگی اور روانی کے ساتھ تاریخی تسلسل اور معلوماتی وضاحت موجود ہے، جبکہ بعض مقامات پر قومی، مذہبی اور اخلاقی احساسات بھی نمایاں ہوجاتے ہیں۔ ان کی سوانحی خدمات کا مطالعہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کے ذریعے اردو سوانح نگاری میں تحقیق، شخصیت نگاری اور تاریخی شعور کے باہمی تعلق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اگرچہ ان کے بعض مطالعات میں مزید گہرے تنقیدی تجزیے کی گنجائش موجود ہے، لیکن ان کی مجموعی کاوشیں اردو سوانحی ادب میں ایک اہم تحقیقی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں محفوظ شخصیات، واقعات اور تاریخی معلومات نہ صرف ماضی کی یاد کو برقرار رکھتی ہیں بلکہ نئی نسل کو اپنے ادبی، تہذیبی اور تاریخی ورثے سے آشنا کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وصف سید محمود خاور کی سوانح نگاری کو تحقیقی و تنقیدی مطالعے کے لیے قابل توجہ بناتا ہے۔

حوالہ جات:

1. سید محمود خاور، "خورشید احمد جامی شخص و شاعر"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2011ء، ص8
2. ایضاً، ص8
3. ایضاً، ص7
4. ایضاً، ص7
5. سید محمود خاور، "اثر لکھنوی (شخصیت اور فن)"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی 2011ء، ص14،13
6. ایضاً، ص11
7. ایضاً، ص45
8. سید محمود خاور، "عہد ساز ہستیاں"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2010ء، ص7
9. سید محمود خاور، "ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین (وادی بوہرہ کمیونٹی کے عظیم مذہبی رہنما)" شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2007ء ص10
10. ایضاً، ص6،5
11. سید محمود خاور، "مینار عظمت و رفعت (نواب محمد اسمٰعیل)، پیرا ماؤنٹ بکس پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی 2013ء، ص21
12. ایضاً، ص10
13. سید محمود خاور، "بے مثال حکمران ٹیپو سلطان"، پیراماؤنٹ بکس پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، 2015ء، ص62
14. سید محمود خاور، "عہد ساز ہستیاں"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2010ء، ص17
15. ایضاً، ص105

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

16. سید محمود خاور، "خورشید احمد جامی شخص و شاعر"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2011ء، ص17

17. سید محمود خاور، "ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین (وادی بوہرہ کمیونٹی کے عظیم مذہبی رہنما)" شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2007ء ص57

18. سید محمود خاور، "عہد ساز ہستیاں"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2010ء، ص63

19. سید محمود خاور، "اثر لکھنوی (شخصیت اور فن)"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی 2011ء ص47

20. سید محمود خاور، "عہد ساز ہستیاں"، شالیمار پبلی کیشنز، کراچی، 2010ء، ص23